اس بیان سے پیر پرستی کا رد مقصود ہے، مگر تردید کے جوش میں مفسر نے باطل کے ساتھ حق کی بھی تردید کردی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے میں اس کے پیاروں کو وسیلہ بنانا بلکہ توسل کا التزام کرنا بھی کوئی ناجائز فعل نہیں ہے۔ اور نہ اس سے یہ لازم آتا ہے کہ توسل کرنے والا خدا کے سمیع الدعا اور قاضی الحاجات ہونے پر اعتقاد نہیں رکھتا۔ بخاری شریف میں یہ واقعہ منقول ہے کہ جب کبھی امساک باران ہوتا تو سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ حق تعالیٰ سے عرض کرتے کہ "خدایا پہلے ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بناکر تجھ سے پانی برسانے کی دعا کرتے تھے اور تو پانی برسا دیتا تھا۔ اب ہم تیرے نبی کے چچا کو تیرے پاس وسیلہ بناتے ہیں۔ تو ہم پر پانی برسا دے"۔ عام الرمادہ میں جب سخت قحط پڑا تو حضرت عمر نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ "لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عباس کو اپنے والد کی جگہ سمجھتے تھے تم بھی اپنے رسول کی پیروی کرو اور انہیں اللہ کے پاس وسیلہ بناؤ"۔ خود حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ جب لوگوں کی درخواست پر دعاء باراں کرتے تو ان الفاظ کے ساتھ کرتے کہ "خدایا تیرے نبی کے ساتھ مجھ کو جو تعلق ہے اس کی بنا پر قوم مجھے تیرے حضور لائی ہے"۔ علامہ ابن حجر عسقلانی ان واقعات کو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ "عباسؓ کے قصہ سے یہ بات نکلتی ہے کہ اہل خیر و صلاح اور اہل بیت نبوت سے سفارش کرانا مستحب ہے" (دیکھو فتح الباری جلد ۲۔ صفحہ ۳۳۹) صحابہ رضوان اللہ علیہم کے اس فعل سے جو بقول حضرت عمر خود عہد رسالت میں بھی ہوتا تھا ثابت ہو گیا کہ توسل بجائے خود اسلام کے خلاف نہیں ہے۔ بلکہ یہ ایک طرح سے اپنی گنہگاری پر ندامت و شرمساری کا اظہار ہے کہ خدا کے سامنے براہ راست اپنی درخواست پیش کرتے ہوئے شرم آتی ہے، اور اس کے پیاروں کو وسیلہ بنا کر حاضر دربار ہوتے ہیں۔ لیکن اگر کوئی جاہل کسی فاسق کو صالح سمجھ کر اسے وسیلہ بنائے تو یہ البتہ قابل اعتراض ہوگا۔ مگر نفس توسل کی بنا پر نہیں بلکہ انتخاب وسیلہ میں غلطی، اور فاسق کو صالح سمجھنے کی بنا پر۔ اسی طرح اگر کوئی شخص یہ خیال کرے کہ بغیر توسل کے خدا کسی کی دعا سنتا ہی نہیں، تو یہ بھی غلط ہوگا

سرور دو عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) | تالیف فضل کریم خاں صاحب درانی۔ بی۔ اے۔ تقطیع ۲۰×۳۰/۱۶ ضخامت ۱۹۷